بسم اللہ الرحمن الرحیم

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں جونہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ زندگی اور موت اسی کے ہاتھ ہے۔ ہر امر میں وہی مددگار ہے۔ وہی مالک یوم الدین ہے۔ اسی نے اپنے فضل وکرم سے اپنے محبوب حضور اکرم کو ہم پر مبعوث فرمایا۔ لاکھوں درود وسلام ہوں نبی کریم ﷺ پر اور ان کی اولاد پر۔

بعد حمد وصلاۃ یہ کمترین بندہ عاجز شاہد احمد بن حافظ منظور احمد رقمطراز ہے کہ زیر نظر کتاب مکمل کرنے کی عرصے سے کاوش ہو رہی تھی۔ خدا نے اپنے فضل وکرم سے مجھے اس کی توفیق عطا کی اور نبی کریم کے طفیل اس کام کو انجام دیا۔ میں شکر گزار ہوں میرے ان احباب کا جنھوں نے اس کام کے سلسلے میں میری بھر پور معاونت کی۔ خدا ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کتاب کے لکھنے سے میری غرض وغایت یہ تھی کہ جے پور چونکہ اپنی تاریخ کے آغاز سے ہی اولیائے کرام کا جائے مسکن رہا ہے۔ بڑے بڑے عظیم الشان بزرگانِ دین جے پور تشریف لائے اور اسی کو اپنا جائے قیام بنایا۔ جے پور شہر کا کوئی ایسا کونہ نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی ولی موجود نہ ہو۔ انھیں ولیوں کے حالات اور نام اور جو کچھ بھی ان کے بارے

میں معلومات حاصل ہوں وہ اس کتاب میں جمع کروں تا کہ اہل جے پور کے علاوہ دیگر حضرات بھی ان سے فیض یاب ہوں اور اس حقیر کے لئے بھی دعا گو ہوں۔

دراصل ہمیں اولیاء کرام کی کرامات دیکھنے، سننے اور پڑھنے کے بجائے ان کی زندگی کے پہلوؤں پہ نظر ڈالنی چاہئے کہ انھوں نے کس طرح اپنی زندگی بسر کی شریعتِ محمدی اور سنت رسول پہ کس قدر قائم رہے۔ ان کا اخلاق، ان کا رہن سہن ان کے طور طریقہ، ان کی قربانیاں کیا کیا تھیں۔ اس کو جاننے پر ہی ہمارا سارا زور ہونا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ ہم بھی ان لوگوں کے اطوار پر چلیں۔ تا کہ گناہوں سے بچیں اور آخرت میں خدا اور اس کے رسول کے سامنے شرمندہ نہ ہوں۔ خدا ہم سب کو نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا کرے۔

شاھد احمد

خدا تعالیٰ کا فضل وانعام اپنے بندوں پہ عام ہے یہاں تک کہ جو خدا کے منکر ہیں ان پر بھی اللہ اپنا فضل وکرم کرتا رہتا ہے۔لیکن اس کی خاص عنایت اپنے دوستوں پر ہوتی ہے۔ یہ دوست اللہ کے ولی کہلاتے ہیں۔حضور نبی کریم کے بعد اللہ نے اپنے ولیوں کو دنیا کے ہر کونے میں پیدا فرمایا۔اوران ولیوں نے مخلوقِ خدا کو تمام زندگی فیض پہنچایا۔ یہاں تک کہ ان کے وصال کے بعد بھی ان کے مزاروں پر مخلوق کا ایک مجمع لگا رہتا ہے۔اورلوگ اب بھی ان سے ہر طرح کا فیض حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ نے ہی تو انھیں اتنی قوت اور برکت دی کہ قیامت تک لوگ ان کے مزارات سے فیض یاب ہوتے رہیں گے۔

حدیث نبوی ہے کہ ہر چیز کی ایک کنجی ہوتی ہے اور بہشت کی کنجی مسکینوں اور درویشوں سے دوستی ہے۔اس حدیث پاک کی روشنی میں اگر ہم اولیاء کرام سے عقیدت ومحبت رکھتے ہیں تو دراصل آپؐ کی بات پر ہی عمل کرتے ہیں۔ یہ ایک لطیف بات ہے۔

اولیاء کرام کا طریقہ رہا ہے کہ انھوں نے کبھی جنت کی لالچ میں

خدا کی عبادت نہیں کی اور نہ دوزخ کے خوف سے خدا کی عبادت کی۔صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے عبادت کرتے تھے کہ اللہ ان سے راضی رہے۔ان کا کھانا پینا،سونا جاگنا،لوگوں کو فیض پہنچانا سب کچھ اللہ ہی کے لئے ہوتا ہے۔دنیاوی مال ومتاع اور حرص سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔تمام مخلوق کو اللہ نے زمین کی مٹی سے پیدا کیا ہے لیکن درویشوں اور ولیوں کو بہشت کی مٹی سے پیدا فرمایا ہے۔

شیخ ابوالحسن غزنوی فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ والیان عالم ہیں۔ آسمان سے انھیں کے قدموں کے طفیل پانی برستا ہے۔ان کے احوال کی صفائی کے سبب نباتات اگتے ہیں۔اس اولیاء اللہ کے گروہ کا طریقہ ایک طور پر نہیں ہے۔بعض خدا کے حکم سے کرامات دکھاتے ہیں بعض اس سبب سے کرامات نہیں دکھاتے کہ ان کا نفس مغرور نہ ہو جائے۔بعض کو کرامت دکھانے کا حکم نہیں ہے۔بعض کو کرامات سرِ عام دکھانے کا حکم ہے۔ یہ لوگ کوئی بھی کام خدا کے حکم کے بغیر نہیں کرتے۔ جب خدا کھلاتا ہے یہ لوگ کھاتے ہیں جب خدا پلاتا ہے یہ لوگ پیتے ہیں۔اولیاء اللہ کا یہ گروہ ہمیشہ سے ہے اور تا قیامت رہے گا۔دنیا ان ہی کی برکت سے قائم ہے حدیث پاک میں آیا ہے کہ ہرگز میری امت اس گروہ سے خالی نہ ہوگی۔ جو خیر کے ساتھ ہے۔ ہمیشہ چالیس آدمی میری امت کے حضرت ابراہیم کی خصلت پر ہوں گے۔انبیاء کے سوا کوئی شخص ان سے زیادہ بزرگ اور برتر نہیں ہے۔ کوئی ان سے زیادہ خدا کے قریب تر نہیں۔حضرت ابوالعباس عطار فرماتے

ہیں کہ اگر تجھ سے ہو سکے تو خدا کے دوستوں کا دامن پکڑ اگر چہ تو ان کے مرتبہ تک تو نہ پہنچ سکے گا۔لیکن وہ تیرے شفیع ہوں گے۔

مشہور کتاب سفینۃ الاولیاء میں حضرت سراج الدین محمد شاہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم نے فرمایا کہ اگر روز قیامت بندہ ناامید ہو جائے اور اس کے نیک اعمال میں سے کچھ بھی نہ بچے تو اللہ تعالیٰ اسی سے پوچھے گا کہ تو فلاں عابد یا فلاں فقیر کو جانتا تھا جو فلاں محلے میں رہتا تھا۔وہ عرض کرے گا کہ ہاں جانتا تھا۔پس حکم ہوگا کہ جا ہم نے تجھے بخش دیا۔

یعنی حُسن عقیدت سے کسی کو پہچانا تو وہ نسبت بن گئی اور وہی نسبت نجات کا سبب ہوگئی۔اس لئے خدا کے دوستوں سے محبت کرنا ان کی خصلت کو اختیار کرنا افضل ہے۔لیکن یہ عمل انھیں کے لئے کارآمد ہوتا ہے جو حقیقی مسلمان ہیں اسلام صرف کلمہ پڑھنے کا ہی نام نہیں ہے۔شیطان بھی خدا کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے لیکن کیا وہ جنت میں جائے گا۔کلمہ پڑھنے سے مراد یہ ہے کہ کلمہ گو لوگوں کا سا چال چلن ان کی سی نیکی اور خصلت پیدا کرے۔خدا سب کو سچی توبہ اور نیک اعمال کرنے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔

ہماری ایک بدنصیبی یہ ہے کہ اگر ہم کسی بزرگان دین کے مزار پر حاضر ہوں گے تو ہم اس مقدس جگہ پر کسی کرامت کے ظاہر ہونے کی آرزو کریں گے۔اپنے دنیاوی فائدے ہی پر تمام زور دیں گے۔یہ ہمارا بگڑا ہوا مزاج ہے۔اس میں خلوص نہیں ہے۔ایسے مقدس مقامات پر تو

اپنے اور اہل خاندان کی مغفرت اور گناہوں سے توبہ اور ایمان پر موت کی دعائیں مانگنی چاہئے۔روحانی فیض ملنے کی آرزو کرنی چاہئے حضور نبی کریم سے معجزے کی خواہش انھیں لوگوں نے کی تھی جو ایمان اور اسلام سے واقف نہ تھے۔لیکن جب وہ لوگ ایمان لاکر مسلمان ہوگئے تو پھر کبھی معجزہ دیکھنے کی خواہش ظاہر نہ کی۔

حضرت امام حسین سے روایت ہے کہ نبی کریم نے فرمایا۔ درویشوں ، ولیوں کے ساتھ بہت نیکی کرو۔اور ان میں سے کسی کو اپنا دوست بنا کر رکھو وہ لوگ صاحب دولت ہیں۔صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ! ان کی دولت کیا ہے۔فرمایا کہ جب قیامت قائم ہوگی تو ایک آواز آئے گی اے میرے بندے مخلوق کے درمیان جا اور نگاہ کر جس نے تجھے کھانا دیا یا پانی دیا ہے یا کپڑا پہنایا ہے۔اس کا ہاتھ پکڑ اور اپنے ساتھ جنت میں لے جا۔سبحان اللہ سبحان اللہ!

اللہ کے ولیوں کی کیا شان ہے۔پس ہم پر واجب ہے ہم اس گروہ اولیاء سے کسی نہ کسی طور پر منسلک ہو جائیں اور تمام اسلامی امور کو نہایت خلوص کے ساتھ بجالائیں۔

امام فخر الدین رازی اپنی تواریخ میں رقم طراز ہیں کہ جس نے بھی ان اولیاء کرام پر احسان کیا ہوگا یا ان سے حسن سلوک روا رکھا ہوگا وہ لوگ اسے اپنے ساتھ بہشت میں لے جائیں گے۔

اللہ نے نبی کریم کو ہمارے لیے رحمۃ للعالمین اور اپنا آخری

رسول و نبی بنا کر دنیا میں بھیجا، آپ کے بعد خلفائے راشدین سے اولیاء اللہ کا سلسلہ چلا جو تا قیامت چلتا رہے گا۔ مشائخ کے تمام سلسلے اُن ہی پر آ کر ختم ہوتے ہیں۔

۷۲ فرقوں میں سے ہر فرقہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ جنتی ہے، ہمارے نزدیک وہ فرقہ یہی اولیاء کرام کا گروہ ہے۔ کیوں کہ ان کا ہر فعل اور عمل سنتِ نبوی اور شریعت کے مطابق ہوتا ہے اور جس نے ان کی پیروی کی وہ بھی اُسی گروہ میں شامل ہو جائے گا۔

اولیائے کرام کا کہنا ہے کہ دنیا میں آسان ترین کام اللہ تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنا ہے اور یہ قول صحیح ہے۔ حدیث پاک کے مطابق اللہ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ میری طرف ایک بالشت آگے بڑھتا ہے تو میں اُس کی طرف دو بالشت بڑھتا ہوں، جب وہ ایک ہاتھ آگے بڑھتا ہے تو میں دو ہاتھ آگے بڑھتا ہوں، جب کوئی شخص چل کر میری طرف آتا ہے تو میں دوڑ کر اُس کی طرف بڑھتا ہوں۔ اب بھلا بتائیے دنیا میں اس سے بڑھ کر بھی کوئی آسان چیز ہے؟ غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ کے لیے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں، اس کے لیے تو آپ کا اپنا گھر ہی کافی ہے۔

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اپنی تصنیف فتوحاتِ مکیہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت آدم سے لے کر پیغمبر اسلام کے زمانۂ مبارک تک جہاں کی حفاظت کے لیے ہمیشہ رجال اللہ رہے ہیں۔ اور حضرت عیسیٰ کے دوبارہ ظہور اور مہدی علیہ السلام کے ظہور تک رہیں گے، دنیا کا قیام ان کے وجود سے ہے

، انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ نبی کریم کے زمانہ میں قطب الابدال حضرت عصامہ قرنی تھے، جو حضرت اویس قرنی کے چچا تھے۔ اور حضرت بلال حبشی اور حُذیفہ یمانی اُس وقت ہفت ابدال میں سے تھے۔ یعنی ایک جاتا ہے اور دوسرا اُس کی جگہ لیتا ہے۔ حضرت علاء الدین سمنانی اپنی کتاب عروۃ الوثقیٰ میں لکھتے ہیں کہ یہ حضرات صفات بشری میں یکساں ہوتے ہیں، یعنی کھاتے ہیں پیتے ہیں، آرام کرتے ہیں بول و براز کرتے ہیں، بیمار ہوتے ہیں، علاج کرتے ہیں، شادی کرتے ہیں، بال بچّے مال و اسباب اور املاک رکھتے ہیں، لوگ ان سے حسد کرتے ہیں ان کے منکر ہوتے ہیں، اُن کو ایذا پہنچاتے ہیں، لیکن یہ حضرات اپنی قوت وولایت سے ان جھمیلوں کی پرواہ نہیں کرتے۔

حضرت علاء الدین سمنانی نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے ان کا مشاہدہ کیا ہے، مثلاً طے ارض، (چند لمحوں میں دور دراز ملک میں پہنچ جانا) بغیر کشتی کے پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا، لوگوں کی آنکھوں سے گم ہو جانا، تنگ مکان میں ایسے جمع ہو جانا کہ ظاہری لوگ ان کو نہ دیکھ سکیں، نہ ان کی آواز سن سکیں، باوجود اس کے کہ وہ لوگ با آواز بلند قرآن پڑھتے ہیں۔ محفلِ سماع کرتے ہیں، لیکن عام لوگوں کی نگاہوں سے غائب رہتے ہیں، کیمیا گری جانتے ہیں جب کسی حاجت مند کو ضرورت ہوتی ہے، سونا چاندی بنا کر دیتے ہیں، لیکن اپنے نفس کے لیے کبھی کچھ نہیں رکھتے، اس کے علاوہ ایسے خواص رکھتے ہیں کہ دیکھ کر عقل حیران ہوتی ہے، اس لیے کسی غافل کے لیے مناسب نہیں کہ اس کا انکار کرے، بلکہ چاہیے کہ حقیقت سمجھنے میں اپنی نااہلی کا اقرار

کرے اور اللہ تعالیٰ کی کمالِ قدرت کا دل سے اعتراف کرے۔

نبی کریمؐ نے فرمایا کہ میری امت میں چالیس ابدال ہیں ان میں سے بارہ شام اور اٹھائیس عراق میں ہیں۔

جاننا چاہے کہ نبی کریمؐ نے ساری دنیا کے دو خطّے فرض کیے تھے، نصف دنیا خطّہ شرقی کہلاتی ہے اور نصف خطّہ غربی کہلاتی ہے۔

عراق سے آنحضرت ﷺ کی مراد حصّہ شرقی ہے جس میں خراسان، ہندوستان، ترکستان، اور تمام مشرقی ممالک شامل ہیں۔ اور باقی ممالک مثلاً بلاد مصر، مغرب وغیرہ خطّہ شام میں ہیں، جب ان میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو نائبین میں سے کسی کو ترقی دے کر اس مقام پر فائز کر دیا جاتا ہے، چنانچہ یہ زمین کو ساکن رکھنے کے لیے پہاڑ کا کام دیتے ہیں۔

رجالؔ۔ ابدالؔ اور اوتادؔ کے بعد نمبر آتا ہے۔ نقباؔ کا ان کی تعداد تین سو ہوتی ہے اور اُن سب کا نام علی ہوتا ہے۔

اُن کے بعد نجباؔ ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد ستّر ہوتی ہے، ان کے نام حسن ہوتے ہیں۔

اُن کے بعد اخیارؔ ہوتے ہیں۔ جن کی تعداد سات سو ہوتی ہے جن کا نام حسین ہوتا ہے۔

اُن کے بعد عمدارؔ ہوتے ہیں، ان کی تعداد چار ہوتی ہے اور نام محمد۔

ان کے بعد غوثؔ ہوتا ہے، جو ایک وقت میں ایک ہی ہوتا ہے۔

جب غوث کا وصال ہوتا ہے تو عمدار میں سے ہی کسی کو غوث بنا دیا جاتا ہے۔

صاحب کشف المحجوب لکھتے ہیں کہ مکتومان (پوشیدہ اولیاء) کی تعداد چار ہزار ہے۔ جو ہر زمانے میں ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو نہیں پہچانتے، وہ کل احوالِ میں اپنے آپ سے اور کل مخلوق سے پوشیدہ ہیں۔

کُل اولیاؤں میں سے صرف دو حضرات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اور حضرت شیخ نظام الدین اولیاء سب سے آخری مقام پر پہنچے۔ یعنی مقام عشق کی آخری منزل تک سفر طے کیا۔ کسی کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی۔

شیخ عبدالرحمٰن چشتی جن کا وصال ۱۰۹۴ء میں ہوا۔ ان کی ملاقات ایک بار دریائے نیل کے سفر میں حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے بھی یہی فرمایا کہ حضرت محی الدین عبدالقادر جیلانی اور حضرت نظام الدین اولیاء مقامِ معشوقی میں تھے۔ ان کی مثل کوئی دوسرا نہیں۔ باقی تمام اولیاء مقامِ فردانیت میں ہیں۔

تمام اولیاء کرام کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ طبقہ اوّل یعنی صحابہ کرام کی اقتدا اور شریعتِ محمدی پر عمل پیرا ہیں۔ ان کے دل محبت الٰہی کی حلاوت کی وجہ سے دنیا کی محبت سے بالکل بیزار ہوتے ہیں۔ خلق خدا کو نظرِ رحمت سے اور شفقت سے دیکھتے ہیں عداوت اور مخالفت ان کا مسلک نہیں۔ اور فرقہ ناجیہ (نجات پانے والے) کے لقب سے مشہور ہیں۔ اولیاء امتِ

محمدی کی شان میں چند آیات قرآنی اور احادیث وارد ہوئی ہیں۔

اس خصوصیت کے باوجود اکثر اربابِ ظاہری یعنی علمائے ظاہری، اس گروہ اور تصوف کے خلاف ہیں، اور ان باتوں کو بے اصل کہتے ہیں، ناواقفیت کی وجہ سے وہ ایسے کلمات لکھتے ہیں۔

یہ بات اظہر من الشّمس ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں علم کا شہر ہوں، اور علیؓ اُس کا دروازہ۔ حضرت علیؓ نے وہ تمام اسرار جو اُن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے اپنے فرزندان کے سپرد گئے۔ اور اہلِ بیت سے آہستہ آہستہ آگے منتقل ہوتے رہے۔ آگے آنے والے اولیاء کرام کو ان بڑے اسرار میں سے ذرّہ برابر ملتا رہا۔ یہ ذرّہ برابر علم ہی ایسا تھا کہ اس نے اولیاء کرام کو کہاں سے کہاں تک پہنچا دیا۔

تصوف سراپا ادب ہے، ہر وقت ہر مقام اور ہر حالت کے لیے ادب ہوتا ہے۔ جو شخص ان اوقات کا ادب ملحوظ رکھتا ہے مردانگی کے درجہ تک پہنچ جاتا ہے، جو کوئی ادب ضائع کرتا ہے وہ حق سے دور ہو جاتا ہے۔

حضرت خواجہ شبلی صوفی کی تعریف میں فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جو دونوں جہاں میں سوائے خدا کے کچھ نہیں دیکھتا۔

چنانچہ جو لوگ تصوف کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری شریعت اور انبیاء علیہ السلام کے پسندیدہ افعال کا انکار کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ

ہم ہندوستان کے کسی بھی شہر کے اولیاء اللہ کی بات کریں، تو سب سے پہلے ہمارا ذکر امام اربابِ طریقت قطب وحدت پیشوائے اصحاب حقیقت حضرت خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ کا ہونا چاہیے کیوں کہ تمام ہندوستان، خاندانِ چشتیہ و سلسلہ چشتیہ کے تصرف میں رہا ہے اور رہے گا۔ اور ہم تمام ہندوستان کے مسلمان آخری دم تک ان کے مرہون منت رہیں گے۔ ان کا کتنا عظیم احسان ہم پر ہے ان کے طفیل آج مسلمان کہلاتے ہیں۔ اس سے پہلے ہم کفر کے بحرِ ظلمات میں غرق تھے۔

آپ کے جتنے بڑے اور بے شمار کرامات و کمالات موجود ہیں اتنے ہی عظیم آپ کے کلمات ہیں۔ آپ خدا کے خاص مقربین میں تھے۔ آپ کی شان بہت بلند اور حال بہت قوی تھا۔ جو شخص آپ کا چہرہ دیکھتا تھا وحدانیت حق اور رسالت مصطفے پر ایمان لے آتا تھا۔ ہندوستان میں جو لوگ غیر اللہ کی پرستش میں غرق تھے اپنے کمال سے آپ انھیں ایمان کی روشنی میں لے آئے حدیث نبوی ہے الشیخ فی القوم کا نبی فی الامت (یعنی شیخ اپنی قوم میں اس طرح ہے جس طرح نبی اپنی امت میں) آپ نائب و وارث رسول تھے۔ آپ سادات حسینی ہیں۔ یعنی حضرت علیؓ کی اولاد سے ہیں۔

آپ کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر ہمارے آقا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک کوئی بھی نبی ہندوستان میں مبعوث نہیں ہوا۔ آپؐ کے عہد مبارک سے پانچ سو سال تک حضرت معین الدین چشتی کے سوا اللہ نے کسی ولی کو اس قدر تصرف ہندوستان پر عطا نہیں کیا۔ اور یہ ہندوستان ابتدائے آفرینش سے شرک کی تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ انھوں نے اپنی ولایت سے نورِ وحدانیت کو ہندوستان میں منور کیا۔

آپ نے خرقہ خلافت حضرت خواجہ عثمان ہارونی سے حاصل کیا۔ لیکن اپنے زمانے کے تمام مشائخ کی صحبت حاصل کی۔ پندرہ سال کی عمر میں والد بزرگوار خواجہ غیاث الدین کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ وہ بہت ہی متقی اور پرہیزگار شخص تھے۔ آپ کا ایک باغ تھا جس کی آمدنی سے بسر اوقات ہوتی تھی۔ اس باغ میں ایک مجذوب رہتے تھے۔ جن کا نام ابراہیم تھا۔ ایک دن آپ نے ان مجذوب کی نہایت عزت وتکریم سے تخت پر بٹھایا اور انگور کا خوشہ پیش کیا اور ادب سے ان کے آگے بیٹھ گئے۔ ان مجذوب نے اپنی بغل سے کھلی نکالی اور منہ میں چبا کر خواجہ معین الدین چشتی کے منہ میں ڈال دی اسے کھاتے ہی آپ کے باطن میں نور معرفت چمکنے لگے۔ چنانچہ آپ گھر بار اور املاک سے متنفر ہو گئے۔ دو تین دن میں آپ نے سب کچھ فروخت کر کے درویشوں میں تقسیم کر دیا اور

طلب حق میں روانہ ہو گئے۔ ہندوستان میں آپ کی تشریف آوری غزنی سے لاہور میں داخلے سے ہوئی۔ آپ لاہور تشریف لا کر حضرت شیخ علی ہجویری کے مزار مبارک سے فیض یاب ہوئے چند روز لاہور میں رہ کر دہلی تشریف لے آئے۔ اس وقت دہلی پر رائے پتھورا کی حکومت تھی وہ لوگ مسلمان کے نام سے ہی نفرت کرتے تھے۔ بلکہ مسلمان کا منہ دیکھنا بھی ان کو پاپ معلوم ہوتا تھا۔ لیکن خواجہ صاحب اپنی ولایت کی قوت سے دہلی میں داخل ہو گئے۔ آپ کے ساتھ اس وقت کم از کم ۶۰ رصوفی باصفا تھے۔ خواجہ معین چشتی اپنے ساتھیوں کے ساتھ کئی مہینے دہلی میں رہے اور خوبی یہ تھی کہ اس کفرستان میں کھلے عام اذان ہوتی تھی اور سب لوگ باجماعت پنج وقتہ نماز ادا کرتے تھے۔ یہ دیکھ دیکھ کر کفار جلتے تھے انہوں نے آپ کو اور آپ کے خدام کو نقصان پہنچانے کی بہت کوشش کی لیکن جونہی وہ اس خیال سے قریب آنے کی کوشش کرتے ان کے جسم پر لرزہ طاری ہو جاتا اور مجبور ہو کر رہ جاتے ایک دن ایک سخت دل کافر خنجر چھپا کر خواجہ پر وار کرنے کی نیت سے آیا اروا پ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے کشف سے اس کا ارادہ معلوم کر لیا۔ اور اس سے فرمایا کہ خنجر کا وار کیوں نہیں کرتے میری گردن حاضر ہے۔ یہ سنتے ہی اس پر لرزہ طاری ہوا اور اس نے خنجر نکال کر پھینک دیا اور آپ کے قدموں پر گر گیا۔ پھر اس نے توبہ کی اور مشرف با اسلام ہو گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ اجمیر کے لئے روانہ

ہو گئے۔

اجمیر بھی رائے پتھورا کے زیر حکومت تھا۔ رائے پتھورا آپ کے کمالات دیکھ کر پہلے ہی ششدر رہ گیا تھا۔لیکن اپنی حشمت کی خاطر وہ منھ سے کچھ نہیں کہتا تھا لیکن دل ہی دل میں وہ ہندوستان کی بادشاہت سے ہاتھ دھو بیٹھا تھا۔ اس کا خاص جادوگر اجے پال بھی جب خوب پشیمان ہو چکا تو رائے پتھورا بھی مجبور ہو کر آپ کو نقصان پہنچانے کے منصوبے بنانے لگا۔ جب جب بھی وہ عمل پیرا ہوتا وہ نابینا ہو جاتا اس قسم کی کرامات دیکھنے کے باوجود بھی شرک کی ظلمت اس کے دل سے نہیں نکلتی تھی۔

آخر آپ کی دعا سے سلطان شہاب الدین غوری لشکر لیکر ہندوستان پر حملہ آور ہوا اور رائے پتھورا مارا گیا۔اسی دن سے ہندوستان میں اسلام مستحکم ہو گیا۔ پھر تو اجمیر کیا دور دور سے لوگ مع قبیلے آپ کے پاس حاضر ہوتے اروا اسلام قبول کرتے۔

بہر حال یہ چند سطریں میں بطور تبرک لکھی ہیں تاکہ آپ کا فیض اور برکت حاصل ہو۔ ورنہ خواجہ بزرگ کے اگر شروع سے آخر تک حالات بیان کئے جائیں تو سینکڑوں کتابیں بن جائیں گی۔

خدا ان کے طفیل ہم سب کو ایمان پر قائم رکھے۔آمین

حضرت عبدالحلیم شاہ صاحب نقشبندیؒ

آپ کے حالات زندگی جاننے کے لئے راقم الحروف بہت حیران و پریشان تھا۔ اور آپ کے مرشد کے بارے میں بھی کچھ معلومات کرنی تھی۔لیکن ایک کرشمہ ہوا خدا نے غیب سے ایسی مدد کی یہ خاکسار دنگ رہ گیا۔

انجمن ترقی اردو ہند کی شائع کردہ کتاب تذکرہ شعرائے جے پور میں مصنف مولوی احترام الدین شاغلؔ نے آپ کی تعریف میں صرف چند سطریں ہی تحریر کی ہیں۔ یہ کتاب عام طور سے بازار میں مل جاتی ہے۔

شاغل صاحب نے اس انداز میں آپ کا تعارف پیش کیا۔

حلیمؔ تخلص عبدالحلیم شاہ نام۔ امروہہ کے شیوخ عباسی میں سے ہیں بچپن ہی سے طبیعت میں سلامتی اور اطوار میں سنجیدگی تھی۔ آغاز جوانی میں وطن سے نکل کر جے پور آئے۔ اور محکمہ فوج میں ملازم ہو گئے۔ چونکہ اوراد و وظائف کی طرف شروع سے میلان خاطر تھا۔اس لئے تلاش مرشد کامل میں سفر بہت کئے۔ آخر گھر بیٹھے جے پور میں خاندان نقشبندی میں مرید ہو گئے۔ مرید ہونے کے بعد طبیعت کا رنگ بالکل بدل گیا۔شہرت اور

ناموری سے گریز اہل دنیا سے بے تعلقی اور ملازمت کی پابندیوں سے نفرت ہونے لگی۔ترک تجرید نے غلبہ کیا لیکن ضبط سے کام لیتے رہے جب شوق بے خودی کی حدت تک پہنچا تو قید ملازمت سے دست بردار ہو گئے۔ چوں کہ شادی شدہ نہ تھے۔اس لئے اہل وعیال کا کچھ غم نہ تھا۔اب آپ سراپا توکل میں محض صبر وقناعت کو ہی اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا ہے۔

ابتدائے عمر سے نظم وشعر سے دلچسپی ہے ایک ضخیم دیوان بھی تیار ہے جو اخبار پریس لاہور میں چھپنے گیا ہوا ہے۔اکثر جے پور اور کوٹہ میں قیام رہتا ہے۔

کلام صاف ہے بندش اور اسلوب بیان بھی خوب ہے۔اکثر شعر توحید اور تصوف میں کہتے ہیں کھلا ہوا رنگ ہے۔میں نے (شاغلؔ) ان کو دیکھا ہے لباس درویشانہ میں رہتے ہیں میں نے یہاں بھی اور کوٹہ میں بھی آپ کا دیوان تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا۔جے پور میں آپ کے مریدین نعت خواں ہیں جن کے پاس آپ کی کافی نعتیں تھیں مگر ان کا سراغ نہ ملا۔ اور نہ نام ہی تحقیق ہوسکا۔

یہاں تک تحریر تذکرہ شعرائے جے پور کی ہے۔اس کے بعد انھوں نے چند شعر بطور نمونہ پیش کئے ہیں۔

میرا (راقم الحروف) دل صرف ان چند سطروں سے مطمئن نہ ہو سکا شاہ صاحب جیسی عظیم ہستی کے لئے چند سطریں کچھ بھی معنی نہیں رکھتیں۔ اسی طرح ایک اور کتاب تذکرۃ الکرام (یہ کتاب میرے پاس نہیں رہی)

میں بھی اسی سے ملتے جلتے حالات لکھے ہوئے ہیں۔لیکن میری پیاس جوں کی توں تھی تبھی اللہ نے غیب سے مدد کی اور شاہ صاحب کے فیض کے طفیل یہ مشکل آسان ہوگئی۔اور اتنا مواد مل گیا جس سے میرا مقصد پورا ہوتا۔

آپ کا پورا نام سید عبدالحلیم تھا،عرفیت حلیم شاہ اور حلیم تخلص تھا۔ آپ کے والد کا نام مولوی عبدالکریم بن قائم علی عباسی تھا۔آپ کا سلسلۂ نسب حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی عبداللہ ابن عباسؓ سے جا ملتا ہے۔آپ کی ولادتِ باسعادت ۱۲۵۱ھ میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم والد کے سایہ عاطفت میں ہی حاصل کی آپ نے ظاہری علوم اور عربی و فارسی کی تعلیم حاصل کی۔آغاز جوانی میں آپ امروہہ سے جے پور تشریف لے آئے اور محکمہ فوج میں متصدّی کے عہدے پر فائز ہو گئے،آپ نے کچھ عرصہ شتر سواروں کی فوجی ٹکڑی میں معلّم کے فرائض بھی انجام دیئے۔

آپ کے والد نے آپ کی والدہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی کر لی۔اُس سے جو اولاد ہوئی اُن میں حکیم سلطان احمد کا نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

جے پور میں حضرت عبدالحلیم شاہ صاحب کا قیام محلّہ مٹھ کا کنواں پرانی کوتوالی چوکڑی گھاٹ گیٹ میں رہا،کیوں کہ وہاں آپ کا ایک ذاتی مکان تھا،حضرت قبلہ شاہ صاحب کا معمول تھا کہ مغرب کی نماز محلے کی مسجد میں ادا کرتے اور اکثر امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے،آپ کے والد گرامی کا انتقال ۸ ؍اپریل ۱۹۱۲ء کو ہوا۔

حضرت قبلہ شاہ صاحب شروع سے ہی سادہ مزاج تھے آپ کی سادگی کا ایک واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے والد نے فرمایا کہ بیٹا سالن میں ڈالنے کے لیے بازار سے میتھی لے آؤ، آپ حکم کی تعمیل میں کھڑے ہو گئے اور جھجک کے ساتھ رُک کر بولے کہ مجھے میتھی کا نمونہ دے دیجئے، تاکہ اُسے دیکھ کر ویسی ہی لے آؤں۔ یہ سن کر آپ کے والد نے کہا کہ بیٹا تو اتنا سادہ ہے کہ تیرا اِس دُنیا میں گزارہ کیسے ہوگا؟ مگر شاید ان کو پتہ نہیں تھا کہ ان کا یہی سادہ لوح بیٹا آگے چل کر اقلیم فقر وغنا کا تاجدار بنے گا۔ اور جذب سلوک میں یکتائے روزگار ہوگا۔

دھیرے دھیرے آپ کی طبیعت یکسوئی کی طرف مائل ہونے لگی۔ بیشتر وقت ذکر وفکر میں صرف ہونے لگا، اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے بس یہی فکر تھی معرفتِ حق کی دولت کیسے حاصل ہو، اس کے لیے ایک رہبر ضروری تھا، ایک مرتبہ کسی نے آپ سے کہا کہ ریاست الور میں ایک بزرگ ہیں ان سے ملیئے، ممکن ہے دل کی مراد وہاں بَر آئے۔ آپ فوراً آمادۂ سفر ہو گئے۔

جن بزرگ کے بارے میں اطلاع ملی تھی وہ سال میں چھ مہینے سالک اور چھ مہینے مجذوب رہتے تھے، حضرت قبلہ شاہ صاحب کو دیکھتے ہی فرمایا:

بابا تیرا حصہ ہمارے پاس نہیں ہے، تیرا حصہ سوات میں ہے، وہ خود تجھ تک پہنچ جائے گا۔ لیکن ابھی پانچ برس انتظار کر۔ یہ جواب سُن کر

آپ جے پور تشریف لے آئے۔ اضطراب اور بڑھ گیا۔ انتظار کے لمحات طویل ہوتے گئے۔

شتر خانہ کے اس فوجی یونٹ میں ایک منشی صاحب تھے جو قبلہ شاہ صاحب سے بہت محبت رکھتے تھے۔ آپ کے اضطراب کو دیکھ کر بے چین ہوتے تھے۔ آخر وقت گزرتا گیا اور ایک دن منشی جی آپ کی خدمت میں ایک خوشخبری لے کر آئے کہ درگاہ شریف حضرت ضیاء الدینؒ میں ایک بزرگ تشریف رکھتے ہیں۔ سنا ہے بڑے کامل اور خدارسیدہ ہیں۔ آپ ایک بار اُن سے ضرور ملئے۔

جے پور میں ہندوستان کے اطراف سے اکثر صوفیائے کرام آتے رہتے تھے، ایک بڑی وجہ اس کی اجمیر شریف میں خواجہ غریب نوازؒ کا مزار مبارک ہے، دوسرے شاہانِ مغلیہ کے درباری نظام کی نقل میں ریاست جے پور کے راجگان نے جے پور کو علم وادب کا گہوارہ بنا دیا تھا، اور تہذیب وتمدن میں جے پور دہلی کی طرز پر ایک شہر بن گیا تھا۔

نقشبندی سلسلے کے ایک بزرگ حضرت سید زماں سوات سے جے پور تشریف لائے اور مولانا ضیاء الدین صاحب کی درگاہ میں قیام فرمایا۔ اس سے پہلے بھی وہ دوبار جے پور آ چکے تھے اور ہمیشہ یہیں قیام کیا، اس بار حضرت سید زماں شاہ سوات میں حضرت مولانا عبدالغفور نقشبندی کے دستِ مبارک پر بیعت ہو کر آئے تھے، مولانا عبدالغفور کا لنگر اہلِ سلسلہ اور غربا مساکین کے لیے ہر وقت جاری رہتا تھا اور اپنی حیثیت کے مطابق

اسمیں شامل ہوا کرتے تھے جو رقم سے شامل نہ ہوتا وہ اپنے جسم کی طاقت کے مطابق کوئی نہ کوئی خدمت اپنے ذمہ لے لیا کرتا تھا۔حضرت سید زماں شاہ کی مالی حالت بالکل اچھی نہیں تھی ، وہ اپنے بوتے جنگل سے لکڑیاں روزانہ لے کر آتے تھے ۔ ہمیشہ دو گٹھر لاتے ایک کو بیچ کر گھر کا گزارہ کرتے اور دوسرا لنگر خانے میں پہنچا دیتے ۔

مدتوں یہی اُن کا معمول رہا، ایک ایسا وقت آیا کہ آپ کئی دن سے فاقے سے تھے، لکڑیاں لانے گئے تو بے ہوش ہو گئے ، پیر روشن ضمیر مولانا عبدالغفور کو اُن کی اس حالت کا بخوبی علم تھا وہ اس جگہ تشریف لائے اور اپنی چادر آپ پر ڈال دی۔ادھر چادر کا ڈالنا تھا ادھر سید زمان شاہ کی حالت میں انقلاب آ گیا اور کا یا پلٹ گئی ،مولانا عبدالغفور نے حکم دیا کہ اب یہاں سے ٹونک چلے جاؤ، آپ نے اپنے مرشد کا حکم پورا کرنے ہی کے لیے جے پور آئے تھے۔

حضرت قبلہ عبدالحلیم شاہ صاحب منشی محمد ظہور صاحب سے ان کی خبر سن کر ملاقات کے ارادے سے درگاہ ضیاء الدین شاہؒ صاحب پہنچے۔

سلام کے بعد گفتگو کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب یہ بات کھلی کہ یہ بزرگ سوات سے تشریف لائے ہیں تو شاہ صاحب کی خوشی کا ٹھکانہ نہ رہا۔

دل پاک ہوا جلوۂ یاھو نظر آیا
محبوب دل آرا مجھے ہر سو نظر آیا

فوراً خود کو آپ کی غلامی میں پیش کر دیا، کافی اصرار و عاجزی کے بعد سید شاہ زمانی نے بیعت کی اجازت دے دی اور دوسرے دن عصر و مغرب کے درمیان مع شیرینی بیعت کے مراحل تکمیل کو پہنچے اور بزرگ کامل نے اپنے مرید کو اُس کے لائق مقام تک پہنچا دیا۔

یہاں پر میں مولانا عبدالغفورؒ کے بارے میں یہ معلومات لکھنا چاہوں گا کہ آپ کے پیر طریقت حضرت شیخ محمد شعیب تھے، جن کا وصال ۱۸۱۶ء میں اس وقت ہوا، جب آپ کی عمر ۸۳ برس تھی۔ آپ کا مزار شریف سوات میں ہی ہے۔

قبلہ حضرت عبدالحلیم شاہ اپنے عہد کے صوفیا سے کچھ الگ طبیعت رکھتے تھے، اپنے برادرانِ طریقت کے غلط طریقوں اور روشوں سے نالاں تھے، کوشش کرتے تھے کہ اپنی ذات سے بزرگوں کا اسوۂ حسنہ پیش کرتے رہیں۔

جہاں تک قبلہ شاہ صاحب کی کرامات کا سوال ہے تو آپ کی کرامات بہت ہیں، جیسا کہ میں پیچھے بھی لکھ چکا ہوں کہ اس کتاب میں صرف صوفیائے کرام کی کرامتوں کا ذکر کرنا میرا مقصد نہیں ہے، ہر ولی کی سب سے افضل کرامت شریعتِ محمدی کی پابندی ہوا کرتی ہے۔ پھر بھی بطورِ تبرک یہاں میں کرامت کا ذکر کرتا ہوں ، یہ اُن دنوں کی بات ہے جب آپ ٹونک میں اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر تھے۔ اچانک مرشد کا حکم ہوا کہ اُٹھو اور کوٹہ جاؤ، اُس زمانہ میں سوائے بیل گاڑی کے اور کوئی ذریعہ سفر کا نہ تھا اور اسباب سفر

کے نام پر آپ کے پاس سوا روپیہ 1.¼ موجود تھا۔ آپ اُسی وقت مرشد کے حکم کی تعمیل میں روانہ ہوئے ، ایک گاڑی بان نے ان کو دیکھ کر کہا کہ شاہ صاحب کہاں جار ہے ہو، فرمایا کوٹہ جار ہا ہوں۔ گاڑی بان نے کہا آپ میری گاڑی میں تشریف رکھئے ،فرمایا بھائی میرے پاس زادِراہ کے نام پر صرف سوا روپیہ ہے۔ گاڑی بان نے کہا آپ سوا روپیہ ہی دید یجئے گا۔

ٹونک اور کوٹہ کے راستہ میں ایک ندی چنبل بھی پڑتی تھی جس پہ اُس زمانے میں کوئی پُل وغیرہ نہ تھا، ندی تک کا سفر جیسے تیسے طے ہوا، وہاں اُترنے کے بعد گاڑی بان نے روپیے لینے سے انکار کر دیا کہ آپ کو چونکہ آگے جانا ہے ندی پار کرنے کے لیے بھی کرایہ کی ضرورت پڑے گی آپ اللہ کا نام لے کر ناؤ میں سوار ہو جائیں۔ جب کشتی میں سوار ہو کر ندی کے پار پہنچے تو اس میں ایک امیر سوار بھی موجود تھا اللہ نے اُس کے دل میں ڈالی کی تمام مسافروں کا کرایہ وہ ادا کرے، چنانچہ اس طرح آپ کوٹہ پہنچ سکے۔ اور مسجد گنجِ شہیداں میں قیام فرمایا، نئی جگہ تھی ، نہ کسی سے جان پہچان ، نہ ملاقات، کھانے کو کچھ نہیں ملا، اسی حالت میں ۳ روز گزر گئے۔

اُدھر ان کے کوٹہ پہنچتے ہی آپ کے شیخ شاہ زماں صاحب نے پہلی رات کو ایک پنڈت جو ریاست کوٹہ کا وزیر اعظم تھا کو خواب میں دیدار دیا کہ فلاں جگہ ایک مسافر ٹھہرا ہے اس کے کھانے کا بندوبست کرو۔ پنڈت نے اس خواب کو کوئی اہمیت نہ دی ، دوسری رات اور پھر تیسری رات بھی یہی ہوا، تیسری رات کو شیخ شاہ زماں نے غصہ میں آ کر پنڈت کو پلنگ سے نیچے

پھینک دیا، اب پنڈت کو ہوش آیا اور وحشت زدہ ہو کر اپنے خادم کو مسافر کا حال معلوم کرنے کو بھیجا کہ اَیا وہ کھانا وہیں کھائیں گے یا یہاں تشریف لائیں گے؟ تو شاہ صاحب نے فرمایا ہم خود ہی وہاں چلیں گے۔

جب آپ پنڈت جی کے مکان پہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ فوج نے ان کے مکان کو گھیر رکھا ہے ، اندر جا کر پنڈت جی سے معلوم کیا تو پنڈت نے کہا میں ریاست کوٹہ کا وزیر اعظم ہوں۔ یہاں کے راجہ کا انتقال ہو گیا ہے۔

وہ لاولد تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی زندگی میں ہی وصیت نامہ لکھ کر گاؤں کے ایک جاگیر دار کنور امید سنگھ کو اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا۔ وصیت نامہ مع راجہ کے دستخط کے میرے پاس ہے۔ اصولاً یہ حق دوسرے جاگیر دار کنور اونکار سنگھ کا ہے۔ اور برطانیہ سرکار بھی اس کی حمایت میں ہے۔ یہ فوج جو آپ باہر دیکھ رہے ہیں برطانیہ کی فوج ہے۔ اسی نے مجھے نظر بند کر رکھا ہے۔ میں چونکہ راجہ کا نمک خوار ہوں اس لئے چاہتا ہوں کہ کنور امید سنگھ کو یہ ریاست کی گدی ملے۔

سب داستان سن کر شاہ صاحب نے فرمایا فقیر دعا کرے گا۔ تم ایسا کرو کہ مسجد کے حجرے میں مجھے بند کر کے تالا ڈال دو جب تمہارا امید سنگھ گدی پہ بیٹھ جائے تب حجرے کا تالا کھول دینا۔

چنانچہ ایسا ہی کیا گیا لیکن خدا کے کرم سے ایسا ہوا کہ آدھی رات کے بعد تو حجرے میں بند ہوئے اور صبح ہی حالات نے ایسا پلٹا کھایا کہ

پنڈت اور امید سنگھ کے مخالفین دھرے رہ گئے ۔اور امید سنگھ کو گدی پر بٹھا دیا گیا۔

اسی طرح ایک سفر کے دوران آپ نے ایک مدرسہ میں قیام کیا۔ وہاں شیو پور کے ایک مولانا فضل الرحمٰن بھی قیام کئے ہوئے تھے۔

ان مولانا میں ریا کاری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اس لئے اُلٹے سیدھے کرتب دکھا کر لوگوں پر رعب ڈال کر اپنا حلقہ بغوش کرتے تھے۔رات کو مولانا نے کچھ پڑھنا شروع کیا کچھ دیر بعد وہ زمیں سے ایک فٹ اوپر اٹھ گئے ،حضرت قبلہ شاہ صاحب نے یہ نظارہ دیکھا تو دوسری طرف منھ پھیرلیا۔دوسری رات کو بھی مولانا نے یہی کیا۔تیسری رات کو بھی یہی کیا اور زمین سے کچھ زیادہ ہی اوپر اُٹھ گئے یہ سب دیکھ کر شاہ صاحب نے الاّ اللہ کا نعرہ زوردار آواز سے لگایا۔اِدھر نعرہ لگنا تھا کہ اُدھر مولانا دھم سے زمین پر آپڑے چونکہ بھاری بھر کم تھے اس لیے کئی جگہ ان کو گہری چوٹ آئی ،درد کی وجہ سے کراہنے لگے۔دوسرے لوگ اُن کی آہ و بکا سن کر ان کو اٹھا کر اندر لے گئے ،مولانا چلاتے تھے اور توبہ کرتے تھے۔بحر حال ایسی سینکڑوں مثالیں ہیں جنہیں لکھنے کی اس میں مختصر کتاب میں گنجائش نہیں۔

قبلہ شاہ صاحب کے چہرے سے وقار اور وجاہت ظاہر ہوتی تھی ہر ایک سے شفقت اور محبت سے پیش آتے تھے،آپ کی ہم نشینی میں دل کو

سکون حاصل ہوتا تھا،آپ کے مرشد کی جانب سے چاروں سلسلوں میں بیعت کی اجازت حاصل تھی ،لیکن آپ آخر تک نقشبندی سلسلے میں ہی رہے۔

آپ کا وصال ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ مطابق ۶ اگست ۱۹۳۱ء بروز جمعرات رات دس بجے ہوا جمعہ کے روز آپ کی تجہیز و تکفین کی گئی۔اور بیرون گھاٹ گیٹ بھورے شاہ کے تکیہ میں آپ کو دفن کیا گیا۔

حضرت قلندر شاہ صاحب

آپ قبلہ عبدالحلیم شاہ صاحب کے خلیفہ اول تھے۔ خلیفہ تو آپ کے اور بھی تھے، لیکن ان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ اور ہزاروں معتقدین میں ایک بڑی تعداد غیر مسلموں کی تھی، جو آپ سے بے انتہا عقیدت رکھتے تھے۔

آپ کا نام عبدالرحمٰن تھا، لیکن آپ اپنے مرشد کے رکھے ہوئے نام سے پہچانے جاتے ہیں۔ آپ کے والد گرامی کا نام عبداللہ اور والدہ کا نام اللہ رکھّی تھا۔ آپ کی ولادت جھالاواڑ کے پاس اکلیرا گاؤں میں بتاریخ ۲۱/ ذی الحجہ ۱۲۹۸ھ مطابق ۲۳ نومبر ۱۸۸۰ء کو ہوئی، آپ کی ابتدائی تعلیم جھالاواڑ کے مدرسوں میں ہوئی۔ آپ کے والد شہر کے کوتوال کے عہدے پر فائز تھے۔ اور نیک نفسی اور شرافت کے باعث عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

آپ کو گھوڑے کی سواری کا بھی شوق تھا، اور اکثر سیر و تفریح کے لیے سوار ہو کر شہر کے باہر تک نکل جایا کرتے تھے۔

ایک دن موسم سرما میں آپ حسب معمول سواری کرتے ہوئے شہر کے باہر آ گئے، اچانک گھوڑے نے اپنے آپ اپنا رُخ بدلا اور کنواس کی طرف دوڑ پڑا۔ کنواس ریاست کوٹہ کا ایک پرگنہ ہے، اس کے جنگل میں

ایک کنواں تھا، گھوڑا وہاں پہنچ کر رک گیا وہاں آپ کی نظر ایک درویش پر پڑی دل اُس کی جانب کھنچنے لگا، جا کر ملاقات کی اور گفتگو ہوئی اُس گفتگو کا سحر انگیز اثر لیے ہوئے آپ واپس گھر آئے۔

دل بے چین رہنے لگا بار بار اُس ملاقات کا خیال آتا تھا، جب دل بہت زیادہ بے چین ہوا تو سردی کے موسم کی پرواہ کیے بنا رات میں پیدل ہی نکل پڑے۔ رات کا سنّاٹا، درندوں کا خوف اوپر سے موسم پہلی بار ایسے حالات کا سامنا ہو رہا تھا چند قدم آگے بڑھ کر رکے اور واپس آنے کے لیے پلٹے ہی تھے کہ دائیں طرف سے آواز آئی کیا ایسے ہی فقیری کرو گے، یہ آواز سن کر آپ ہمت کر کے واپس روانہ ہوئے اور سات دن رات برابر سفر میں رہے۔ کیسی بھوک کیسی پیاس، بس دھن سوار تھی، اُس وقت آپ کی عمر ایک روایت کے مطابق ۱۲ سال تھی کنواس کے جنگل کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن جستجو جس کی تھی اُس کو نہ پایا، بار بار گھوم پھر کر اُس کنویں کی طرف آتے، آخر ساتویں دن وہ جب اُس کنویں پر واپس آئے تو وہی درویش سامنے موجود تھے۔ بے ساختہ ان کی طرف قدم بڑھائے اور اس دُرویش نے کمالِ محبت سے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ یہ درویش اور کوئی نہیں حضرت عبدالحلیم شاہ صاحب تھے۔

شاہ صاحب نے آپ کو کچھ عرصے اپنے پاس اپنے چشمۂ فیض سے اُن کو سیراب کیا اور بیعت میں لے لیا۔ اس کے بعد ایک مَشگ ان

کے حوالے کر کے حکم دیا کہ راج گڑھ چلے جاؤ اور وہیں رہو، اور جنگل کے پرندوں اور جانوروں کو پانی پلاؤ، آپ نے سر جھکا کر حکم قبول کیا اور تعمیل میں روانہ ہوگئے۔

اس وقت آپ کے جسم پر ایک ستر پوش لنگوٹ کے سوا دوسرا کپڑا نہ تھا۔ آبادی میں آنے کی آپ کو اجازت نہیں تھی۔ درختوں کے پھل پتے اور جو کچھ توکل علی اللہ مل جاتا اس پر بسر اوقات کرتے تھے۔ برہنہ پا رہنے کی وجہ سے پاؤں میں اکثر کانٹے لگ جایا کرتے تھے۔ مگر آپ کو یہ سب بخوشی قبول تھا۔ اور ان مشکلات کی بھی پرواہ نہ کی۔

کئی روایات ک مطابق آپ کا یہ دور لگ بھگ ۱۲-۱۳ رسال رہا۔ اس دوران آپ کیا ریاضت اور کیا مجاہدہ کرتے تھے یہ تو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ لیکن اس دوران آپ پرندوں، درندوں کی بولیاں سمجھ گئے اور انہیں کے ساتھ اکثر سو جایا کرتے تھے۔ جب قبلہ عبدالحلیم شاہ صاحب نے آپ کو واپس لانے کے لئے چند لوگوں کو بھیجا تھا اور وہاں سے آپ کی تشریف آوری ہوئی تو کوئی آپ کے دیدار کا متحمل نہیں ہوسکا۔ شاہ صاحب قبلہ نے بہ نفسِ نفیس آپ کا استقبال کیا اور بڑی خوشیاں منائیں۔ آخر مرشد کے حکم سے آپ نے غسل کر کے لباس تبدیل کیا۔ یہ واقعہ مانگرول کا ہے۔ اس وقت شاہ صاحب مانگرول میں مقیم تھے۔

اس کے بعد آپ بحکم مرشد کبھی ایک شہر کبھی دوسرے شہر جاتے

رہے کبھی مستقل طور پر ایک شہر میں قیام نہ رہا۔ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان بنا تو آپ اودے پور تھے۔ وہاں سے آپ کراچی تشریف لے گئے۔ پاکستان میں بھی ایک جگہ جم کر نہ بیٹھے۔ ایک شہر میں کچھ دن رکتے اور دوسرے شہر چلے جاتے۔

۱۹۳۱ء میں جب قبلہ عبدالحلیم شاہ صاحب کا وصال ہوا تو آپ مانگرول کے نزدیک ایک گاؤں میں تھے شاہ صاحب کے انتقال کی خبر جب مانگرول پہنچی تو قلندر شاہ کے دو مرید حاجی امان اللہ اور ملا عبدالرحیم یہ المناک خبر لیکر (کوئلہ) وہ گاؤں جہاں آپ مقیم تھے روانہ ہوئے جب ان کی جھونپڑی پر پہنچے تو اسے بند پایا۔ آس پاس کے رہنے والے ہندو مالیوں نے بتایا کہ مہاراج تو تین چار روز سے نظر نہیں آئے۔ معلوم نہیں کہاں گئے۔ وہ دونوں مرید یہ سن کر مایوس ہوئے اور وہیں جھونپڑی کے پاس بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اچانک جھونپڑی کا دروازہ اپنے آپ کھلا اندر جا کر دیکھا تو قلندر شاہ نہایت مغموم بیٹھے تھے۔ دونوں مرید آپ کو غمناک دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور رونے لگے۔ انھوں نے ان کو صبر کی تلقین فرمائی اور یہ نوبت ہی نہیں آئی کہ وہ دونوں مرید آپ کو شاہ صاحب کے وصال کی خبر سناتے۔ یعنی آپ کو شاہ صاحب کے وصال کا پتہ لگ چکا تھا۔

مسلمانوں اور عام لوگوں کے علاوہ ریاست گولیار، جے پور اور بڑودہ وغیرہ کے راجا بھی آپ کے معتقدین میں شامل تھے۔ بروز جمعہ آپ کا وصال

کراچی میں ۲۵/جولائی ۱۹۶۹ء کو ہوا۔اور آپ کا مزار مبارک خانقاہ قلندریہ کے نام سے موسوم ہے۔ ۱۹۵۳ء میں آپ پاکستان سے حج کو تشریف لے گئے۔ ۱۹۶۷ء میں آپ ہندوستان تشریف لائے اور اپنے مرشد کے مزار کی تعمیر بہ نفس نفیس۔کرائی ہندوستان میں کئی جگہ آپ نے مدرسے قائم کئے۔

آپ کے خصائص، عادات، مکاشفات اور کرامت اور فیوض و برکات کا ذکر کیا جائے تو الگ سے کتابیں مرتب کرنی ہوں گی۔

شو پور کے قیام کے دوران آپ کے عقل حیران کر دینے والے واقعات کی خبر گوالیار کے راجہ سندھیا جی کو ہوئی تو وہ آپ سے ملاقات کو حاضر ہوا اور ملاقات کے بعد دل و جان سے آپ کا معتقد ہو گیا۔اور آپ کی خدمت کو فرض عین سمجھنے لگا۔ چنانچہ اس راجا نے آپ کی محفل اور لنگر کے جملہ اخراجات جو روزانہ قریب دھائی سو افراد کے لئے ہوتے تھے شاہی خزانے سے مقرر کر دئے۔شاہ صاحب کی محفل کے تمام حاضرین اچھے اچھے کھانے کا لطف اٹھاتے مگر خود شاہ صاحب اس میں سے کچھ نہ کھاتے۔ ایک ضعیفہ عورت آپ کے لئے حلال کی کمائی یعنی چرخہ کا تکر جو کی روٹی اور میتھی کا ساگ پکا کر لاتی تھی آپ صرف وہی کھاتے تھے۔

ایک مرتبہ قبلہ عبد الحلیم شاہ صاحب کوٹہ میں مقیم تھے وہیں شاہ صاحب نے آپ کو مقام ولایت سے سرفراز فرمایا اور قلندر شاہ کا خطاب عطا کیا۔اور اندور شہر جانے کا حکم دیا۔حکم کی تعمیل میں آپ اندور پہنچے اور شاہی باغ کے قریب ایک برج میں قیام کیا۔یہاں کا ایک خاص واقعہ ایسا ہے کہ

میں اس کو بیان کیے بنا نہیں رہ سکتا۔

اندور میں ایک ہندو سیٹھ جھنگومل کا اکلوتا لڑکا تھا۔سانپ کے کاٹنے سے ہلاک ہو گیا سوگواروں کا ہجوم اس کی ارتھی اٹھائے ہوئے شمشان کی طرف جارہا تھا۔اس ارتھی کا گزر اس برج کے قریب ہوا جہاں آپ مقیم تھے تو آپ نے لوگوں کو روک کر واقعہ اور حالات سنے پھر فرمایا ارتھی کو برج کے اندر رکھدو ہم اس لڑکے کو دیکھنا چاہتے ہیں۔تھوڑے پس و پیش کے بعد لوگ ارتھی کو برج کے اندر رکھ کر باہر آ گئے۔آپ اندر گئے اور دروازہ بند کرلیا۔اور لڑکے کو اپنے روحانی فیض و کرامات سے زندہ کر دیا۔لڑکے نے آنکھیں کھولیں اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔آپ نے اسی سے فرمایا کہ جب تک کوئی تمہیں لینے اندر نہ آئے خاموشی سے یہیں بیٹھے رہنا۔اتنا کہہ کر آپ باہر آئے اور دروازہ بند کر دیا۔اور لوگوں سے فرمایا کہ میں ایک بوٹی جنگل سے لیکر ابھی آتا ہوں کوئی برج کے اندر نہ جانا۔

یہ کہہ کر آپ جنگل کی طرف روانہ ہو گئے۔جب کافی وقت گزر گیا اور آپ نہ لوٹے تو لواحقین میں بے چینی ہوئی ناچار ہو کر انہوں نے دروازہ کھولا تو لڑکے کو بیٹھا ہوا پایا۔یہ واقعہ اتنا حیرت انگیز تھا کہ کسی کو اسی پر یقین نہ آتا تھا۔لوگ آپ کی تلاش میں چاروں سمت نکل گئے۔ چپہ چپہ چھان مارا لیکن آپ کا کچھ پتہ نہ چلا۔

اس واقعہ کا ذکر خود شاہ صاحب نے ہندوستان اور پاکستان میں چند موقع پر فرمایا۔کہ میں نے اپنی ولایت کی آزمائش کے لئے یہ کام کیا تھا۔

اندور سے روانہ ہوکر آپ اودے پور تشریف لائے یہاں کچھ عرصہ قیام کیا ۔ یہاں کا ایک واقعہ جس کے راوی جنات حافظ چاند محمد صاحب ہیں۔حافظ صاحب کا بیان ہے کہ اودے پور میں جے سمند جھیل کے علاقے میں ایک بوڑھا سادھو رہتا تھا۔ اس نے اپنی ساری زندگی کیمیا گری اور سونا بنانے کی ترکیب میں گزار دی۔طرح طرح کے جتن کرتا رہا۔آخر کار وہ قریب قریب دو ماشہ سفوف ایسا بنانے میں کامیاب ہوگیا کہ اگر اسے پگھلے ہوئے سیسے میں ڈال دیا جائے تو سونا بن جائے۔ یہ سادھو اس سفوف کو ہر وقت جان سے زیادہ عزیز رکھتا تھا۔اتفاق سے اس کی ملاقات حضرت قلندر شاہ سے ہوگئی قلندر شاہ کی باتوں سے سادھو اتنا متاثر ہوا کہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کو راضی ہوگیا۔ میں نے دل میں سوچا کہ میری عمر کا آخری وقت ہے وہ اکسیر جو میں نے بنائی ہے اب میرے کس کام کی۔ میں وہ تحفہ میں شاہ صاحب کو دیدوں تاکہ ان کی ضرورت کے وقت کام آئے۔ چنانچہ اس نے وہ شیشی نکالی اور اس کی اہمیت اور نایابی کے بارے میں بتایا۔اور کہا کہ یہ مین خوشی سے آپ کو پیش کرتا ہوں۔آپ نے وہ شیشی لیکر جھیل کے پانی میں پھینک دی۔ یہ دیکھ کر وہ سادھو آگ بگولہ ہوگیا۔اور چیخ چیخ کر آپ کو برا بھلا کہنے لگا۔ میں لٹ گیا برباد ہوگیا۔ ہائے تو نے میری زندگی بھر کی محنت پانی میں پھینک دی ۔اگر مجھے معلوم ہوتا تو تم کو ہرگز نہ دیتا۔

بہت دیر سادھو برا بھلا کہتا رہا اور آپ خاموش سنتے رہے۔آپ نے ایک پتھر کو زمین سے اٹھایا اور اپنی پیشانی کا پسینہ اس سے پوچھا تو وہ

سونا بن گیا یہ دیکھ کر سادھو حیران ہوا اور اس کی زبان گنگ ہوگئی۔آپ کے قدموں میں گر کر معافی مانگنے لگا۔آپ نے سادھو کو چند نصیحتیں کی اور آگے کے لئے روانہ ہوگئے۔

حضرت قلندر شاہ صاحب کو تعمیرات کا بڑا شوق تھا۔آپ نے کئی مقامات پر مساجد مزارات اور مدرسہ وغیرہ تعمیر کرائے۔

آخر کار نور معرفت کا یہ چمکتا ستارہ ۲؍جلائی ۱۹۶۹ء بروز جمعہ ۱۱؍ بجیدن کے اللہ کی رحمتکے پردے میں چھپ گیا۔آپ کا مزار پاکستان کراچی میں ہے۔

حضرت نیک نام شاہ

آپ کے بچپن کا نام بھی عبدالرحمٰن تھا۔ اوائل عمر سے ہی آپ کی مُرشدِ کامل کی تلاش تھی ، کئی لوگوں سے ملاقات کر چکے تھے ، حضرت قلندر شاہ سے بھی ملاقات ہوئی ،لیکن دل کسی طرح بھی مطمئن نہ تھا،آپ کا خیال تھا کہ یوں تو ہر سلسلے کے بزرگانِ دین قابلِ تعظیم ہیں ،لیکن سلسلہ نقشبندیہ کے سبق آسان ہیں جن سے فیض اور کامیابی کے دروازے جلد کھُل جاتے ہیں ، بچپن سے ہی روحانی تعلیم کا شوق تھا، جہاں بھی کسی بزرگ کا نام سنتے فوراًملاقات کو حاضر ہوتے ۔

کچھ عرصہ ان کی صحبت ھندو سادھوؤں سے بھی رہی ۔ ہندو سادھو ریاضت میں آگے تو بڑھتے ہیں لیکن رسالت پر ایمان نہ ہونے سے نہ تو منزل پہچان پاتے ہیں اور نہ ہی کامیاب ہوتے ہیں ۔ بوہری فرقہ کے لوگوں کو بھی انہوں نے دیکھا ان کے طریقوں پر غور کیا،مگر دل جمعی کہیں بھی نہ ہونی تھی اور نہ ہوئی ۔

ایک مرتبہ ان کے دل میں بار بار ایک خیال آنے لگا کہ شیو پور میں حضرت قلندر شاہ جی سے بیعت کرنی چاہیئے ،منزل ملے گی تو انہیں کی معرفت ملے گی ۔ جب خیال پختہ ہوا تو دل کی آواز پہ لبیّک کہہ کر بذریعہ بیل گاڑی

شیو پور پہنچ گئے اور حضرت قلندر شاہ سے ملاقات کر کے شرف یاب ہوئے ۔ اس وقت سے شاہ صاحب کے دو خادم یٰسین اور جمعّہ ہر وقت ان کی خدمت میں رہتے تھے ۔ نیک نام شاہ نے ایک دن ان دونوں سے رازدانہ انداز میں کہا۔ اگر تم حضرت کو ہمارے گاؤں چلنے کے لیے راضی کرلو تو میں بیل گاڑی کا انتظام کرلوں ۔لیکن انہوں نے ان کی بات پر دھیان نہیں دیا۔خدا کا کرنا کہ دو گھڑی کے بعد شاہ صاحب نے دونوں خادموں سے کہا کہ ہمیں کوئی لینے آیا ہے،اس سے کہو کہ گاڑی کا انتظام کرے ۔

غرض آپ گاڑی میں سوار ہو کر نیک نام شاہ کے گاؤں روانہ ہو گئے ۔ ۲۶ میل کا سفر طے کر کے شاہ صاحب منزل پر پہنچے، وہاں نیک نام شاہ نے آپ کے قیام وطعام کا انتظام کیا۔

کچھ دن بعد ایک ندی کے کنارے ایک مقام پر شاہ صاحب نے نیک نام شاہ کو عصر مغرب کے درمیان بیعت کا شرف عطا کر دیا۔ اور ذکرو اذکار کی تلقین فرمائی ، اس جنگل میں شیرینی کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ آپ نے ایک درخت کے پتے چبا کر نیک نام شاہ کے منہ میں ڈالے اور بیعت کی تکمیل فرما دی ۔ دوسرے روز آپ وہاں سے گوالیار روانہ ہو گئے ۔

مُرشد کے بتائے ہوئے طریقہ پر ضربیں لگانے کے لیے نیک نام شاہ جنگل چلے جاتے اور ضربیں لگاتے لگاتے اکثر ان پر بے ہوشی طاری ہو جاتی ، جب ہوش آتا تو سامنے ایک شیر بیٹھا ہوا دکھائی دیتا ، شیر کو دیکھ کر وہ

خوف زدہ ہوتے لیکن شیر بنا نقصان پہنچائے کچھ دیر بعد غایب ہو جاتا۔ کچھ عرصہ بعد انہیں پتہ چلا کہ شاہ صاحب شیو پور آئے ہیں تو اُن سے ملاقات کے لیے روانہ ہو گئے، وہاں شاہ صاحب نے انہیں حکم دیا کہ میاں جہاں میں نے تمہیں بیعت کیا تھا وہیں جا کر چلّہ کشی کرو۔ تمہارے کپڑے کا جو کاروبار ہے وہ ہم سنبھال لیں گے۔ اس کام کے لیے انہوں نے اودے پور سے ایک معتقد ہری لال کو بلا بھیجا۔

بحر حال ۴۱ دن کے چلّے کے لیے شاہ صاحب انہیں جنگل میں لے گئے اور ایک غار میں بند کر دیا، کھانا پینا موقوف کر دیا۔ لیکن رات کو ضرور شاہ صاحب انہیں سنبھالنے غار تک آتے تھے۔ جب چلّہ پورا ہوا تو شاہ صاحب نے وہیں لنگر کیا جس میں ایک ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی۔ لنگر کے بعد آپ نے وہیں نیک نام شاہ کو اپنا جانشیں مقرر کیا اور رسمِ تاجپوشی ادا کی۔

یہ تمام واقعات ۱۹۴۲ء سے لیکر ۱۹۴۷ء کے درمیان کے ہیں۔ سنہ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی تقسیم ہوئی اور پاکستان وجود میں آیا۔ بڑی خطرناک افراتفری، قتل و غارت گری کا دور تھا، لاکھوں لوگ اپنی جان گنوا بیٹھے، پورے ہندوستان میں ہندو مسلم فسادات پھوٹ پڑے۔ ۱۹۴۸ء میں گاندھی جی کے قتل کے بعد ایک بار پھر ہنگامے شروع ہو گئے، ان حالات میں حضرت قلندر شاہ نے فیصلہ کیا کہ نیک نام شاہ تو ہندوستان میں

رہیں اور وہ خود پاکستان چلے جائیں۔ چنانچہ ۱۹۴۸ء کو آپ کوٹہ ہوتے ہوئے اودے پور پہنچے اور حاجی محمد بھیل واڑے والے کو ساتھ لے کر باڑ میر کے راستہ پاکستان روانہ ہو گئے۔ شیو پور سے روانگی سے قبل لوگوں کو یہ خبر ملی کہ شاہ صاحب یہاں سے جا رہے ہیں تو ایک ہجوم آپ کے در پر جمع ہو گیا آپ نے سب سے فرمایا کہ تم لوگ خوش رہنا، یہاں تمہارا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

پھر آپ نے نیک نام شاہ سے فرمایا کہ اپریل میں تمہارے یہاں لڑکا ہوگا اُس کا نام دُرِّ محمد رکھنا اور میرے حکم کی تعمیل کرنا۔

۱۹۵۲ء میں نیک نام شاہ کو قلندر شاہ صاحب کا خط ملا کہ میں حج کرنے جا رہا ہوں، تم بھی میری والدہ کو لے کر حج کے لیے چلے آؤ۔ تعمیل ارشاد میں آپ جون کے مہینے میں بمبئی سے روانہ ہو گئے۔

ذی قعدہ کی ۱۵/ تاریخ کو یہ جہاز روانہ ہوا، ابھی تین ہی دن ہوئے تھے کہ زبردست طوفان نے جہاز کو آ گھیرا۔ مسلسل سات دن تک جہاز بھنور ہی میں پھنسا رہا، ساتویں رات کو نیک نام شاہ جہاز کی چھت پر پہنچے اور خدا سے دعا کرنے لگے، اچانک وہ دیکھتے ہیں کہ مقامِ ابراہیم بالکل سامنے ہے اور حضرت قلندر شاہ صاحب طواف کر رہے ہیں، یہ منظر سامنے آنے کے بعد اچانک ہی طوفان ختم ہو گیا اور سب لوگ بخیر و خوبی جدہ کی بندرگاہ پہ پہنچ گئے۔

کعبہ میں پہنچ جانے پر نیک نام شاہ نے اُس منظر کی طرح قلندر شاہ کو طواف کرتے ہوئے پایا، ان کے ساتھ مل کر آپ نے حج کے فرائض انجام دیے اور تقریباً ایک مہینہ مدینہ منورہ میں رہ کر حضرت قلندر شاہ پاکستان روانہ ہو گیے اور نیک نام شاہ ہندوستان واپس آ گئے۔

پاکستان پہنچ کر حضرت قلندر شاہ نے ''دیوانِ حلیم'' کی طباعت کرائی۔ ۱۹۵۸ء میں قلندر شاہ کا خط نیک نام شاہ کو ملا کہ پاکستان آجاؤ۔ ۱۹۵۹ء میں آپ پاکستان چلے گئے۔

۱۹۶۰ء میں پیر و مرشد قلندر شاہ صاحب کے ساتھ واپس باڑمیر کے راستہ ہندوستان آئے۔ پاکستان کے وجود میں آنے کے بعد حضرت قلندر شاہ پہلی بار ہندوستان آ رہے تھے، اس لیے ہر ریاست کے راجہ مہاراجہ ٹھاکر اور تمام معتقدین آپ کے خیر مقدم کے لیے حاضر ہوئے، جے پور میں آپ نے اپنے مرشد کی درگاہ میں قیام کیا۔ اور درگاہ کی تعمیر کا کام بھی شروع کیا، کچھ ہی دنوں میں درگاہ شریف مکمل ہو گئی۔

نیک نام شاہ کے داماد محمد حنیف خاں آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور انہیں خلافت کی ذمہ داریاں دی گئیں۔

آپ کا وصال ۱۲/ ذی الحجہ ۱۳۹۹ھ (۱۹۷۸ء) کو جے پور میں ہوا۔

اور آپ اپنے دادا پیر حضرت عبدالحلیم شاہ صاحب کے آستانے کے پاس مدفون ہو گئے۔ جہاں سے لوگ آج بھی فیضیاب ہوتے ہیں۔

۞۞

حضرت حاجی شاہ معین الدین صاحب جودھپوری

جیسا کہ میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کے حدیث نبوی ہے کہ میری امت کے عالم بنی اسرائیل کے نبیوں کی مانند ہیں۔

جاننا چاہئے کہ علم کی دو قسمیں ہیں علم ظاہری علم باطنی اور تمام اولیاء اسی زمرے میں آتے ہیں دونوں ہی علموں میں ایسا تعلق ہے جیسا کہ جسم اور روح میں۔

انہیں علمائے باطنی میں حضرت قبلہ حاجی شاہ معین الدین صاحب جودھپوری کی ہستی ہے جن کی ذات بابرکات سے مخلوق خدا مستفید ہوتی رہی۔ آپ حضرت شاہ عبداللطیف صاحبؒ جودھپور کے خلیفہ و جانشین ہیں جن کا سلسلہ طریقت بواسطہ حضرت خواجہ نجم الدین پروانہ فتح پوری اور حضرت خواجہ شاہ سلیمان تونسوی سے ملتا ہے آپ جودھپور سے ہی جے پور تشریف لائے اور جے پور کے محلّہ بساطیان میں دگڑے والی مسجد کے پاس ایک مکان میں آپ نے قیام فرمایا۔ اور اپنے قیام کے دوران ہر خاص و عام کو اپنے فیض عام سے سرفراز فرمایا۔ آپ نہایت برگزیدہ خدا رسیدہ درویش تھے آپ کا اخلاق و تواضع قابل مثال ہے۔ محتاجوں کی دست گیری اور اہل حاجت کی حاجت روائی میں آپ ہمہ تن مصروف رہتے تھے۔ لیکن

کمال یہ تھا کہ کبھی کسی سے کوئی نذر یا تحفہ قبول نہیں فرمایا۔ بلکہ اپنے پاس سے لوگوں کو امداد فرماتے تھے۔ ۱۳۹۷ھ سے آپ نے حضرت قبلہ حافظ نور محمد صاحب اور حضرت غوث شاہ سلیمان تونسوی کے سالانہ عرس کا سلسلہ نگہ میاں کی مسجد پر شروع فرمایا۔ یہ نہایت اعلیٰ طریقہ پر کیا گیا تھا۔ اور ہندوستان کے دور دراز کے شہروں سے لوگ شرکت کیا کرتے تھے۔ اور جس قدر بیرونی حضرات شرکت کرتے تھے ان کے قیام اسائش و خوردو نوش کا اہتمام آپ فرمایا کرتے تھے۔ دونوں ہی عرس ۳۔۳ روز مسلسل ہوتے تھے اور تمام انتظام نہایت خوش اسلوبی اور خلوص سے کئے جاتے ہیں۔ بالخصوص قل کے دن لنگر نہایت وسیع ہوا کرتا تھا۔ انتظامات عرس میں جناب محمد ابراہیم صاحب چشتی نظامی پروپرائٹر قیصر ہند ہوٹل جے پور۔ بڑھ چڑھ کر حصہ لیا کرتے تھے۔ کیونکہ ان کو بزرگان دین سے بے انتہا عقیدت تھی۔

آپ جو عرس منعقد کراتے تھے اس کی اس قدر شہرت تھی کہ فلمی دنیا والے بھی اس میں شریک ہونے سے اپنے آپ کو نہیں روک سکے۔ مشہور زمانہ قوال عبد الرحمٰن کانچ والا بمبئی میں درگاہوں پر اور فلموں میں قوالیاں گایا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ کھڑے ہو کر گاتا تھا۔ تفتیش میں پتہ چلا کہ اس کے بھگندر کی بیماری تھی اور ایسی شدید تھی کہ زیادہ دیر بیٹھنا اس کے بس میں نہ تھا۔ اس نے بھی آپ کے عرس کی بابت جب سنا تو کمال عقیدت سے وہ حاضر ہوا محفل سماع کے وقت جب وہ کھڑا ہو کر پڑھنے لگا تو حضرت

شاہ معین الدین جودھپوری جو سامنے تشریف رکھتے تھے فرمانے لگے کہ بیٹھ کر پڑھو۔ عبد الرحمٰن نے عرض کیا کہ میں بیٹھ نہیں سکتا۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ بیٹھ کر پڑھو۔ آخر عقیدت رنگ لائی اور وہ بسم اللہ کہہ کر بیٹھ گیا اور قوالی شروع کی لیکن کیا مجال کہ اس کو کسی قسم کی تکلیف ہوئی ہو۔ اس دن کے بعد سے اس کی بھگندر کی شکایت بھی باقی نہ رہی اور جب تک زندہ رہا یہ بیماری اس کو پیش نہ ہوئی پھر تو عبد الرحمٰن کانچ والے کو آپ سے اتنی محبت و عقیدت بڑھی کہ آپ کے وصال کے بعد بھی آپ کے عرسوں میں برابر شریک ہوتا رہا۔ لیکن بعد میں وہ پاکستان چلا گیا اور وہیں اس کی موت واقع ہوگئی۔

اسی طرح شنکر شمبھو مشہور قوال تھے۔ فلموں میں اور درگاہوں پر قوالیاں گایا کرتے تھے۔ ان دونوں بھائیوں کو بزرگان دین سے بے انتہا عقیدت تھی اور ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ ان کو بھی جب اس عرس کی شہرت معلوم ہوئی تو وہ بھی حاضر ہوئے۔ اور نہایت عقیدت سے آپ کے عرس میں قوالی گایا کرتے تھے مرتے دم تک دونوں حضرات آئے ان کے مرنے کے بعد ان کا لڑکا بھی کئی سال تک عرس میں حاضر ہوا۔

آپ کا وصال ۸/ رمضان المبارک بروز جمعہ ۱۹۶۷ء کو ہوا اور حضرت ضیاء الدین شاہ صاحب کی درگاہ کے احاطے میں دفن ہوئے۔ جہاں عقیدت مند آج بھی حاضری دیا کرتے ہیں۔

مجھ کو کیا خوف و خطر ہے نار کا
اُمّتی ہوں احمدِ مختار کا
جستجو میں محو کر دے آپ کو
تب پتا پائے گا بے شک یار کا
جنس ناقص ہے مگر تیرے سوا
کون پرساں ہے دلِ ناچار کا
عمر پوری ہو گئی اُمید میں
کیا ٹھکانہ آپ کے اقرار کا
جب دکھانا ہے تمہیں صورت مجھے
کام کیا اس حجت و تکرار کا
آئینے پردہ سے باہر آیئے
منتظر ہوں دیر سے دیدار کا

پوچھتے ہو مجھ سے کیا منکر نکیر
میں ہوں بردہ احمدِ مختار کا
مطلب اپنا ہے رضا مندیٔ دوست
کیسا جھگڑا کافرو دیندار کا
گو نہیں کچھ ہاتھ میں نقدِ عمل
ہے سہارا رحمتِ غفّار کا
اپنی بخشش چاہتا ہے گر حلیم
مدح خواں رہ سیّدِ ابرارؐ کا

ہر جگہ جلوہ عیاں ہے آپ کا
مجھ کو ہر شے پر گماں ہے آپ کا

دیر میں وہم و گماں ہے آپ کا
اور نہ کعبہ میں نشاں ہے آپ کا

ڈھونڈنے والے کو ملتے ہیں کہاں
کہئیے تو کس جا مکاں ہے آپ کا

جان و دل دینے سے کب انکار ہے
یاں تو سب کچھ میری جاں ہے آپ کا

لا مکاں تو بس فقط کہنے کو ہے
قلب مومن ہاں مکاں ہے آپ کا

آپ کے وہ ناز وہ انداز ہیں
شیفتہ سارا جہاں ہے آپ کا

قابلِ دیدار آنکھیں چاہئیں
ہر جگہ ہر جا مکاں ہے آپ کا

یار کو پہلو میں رکھتے ہو حلیم
پھر عبث شور و فغاں ہے آپ کا

زاہد کو فکر رہتا ہے روزِ حساب کا
کھٹکا ہے اس کے دل میں عذاب وثواب کا

دھڑکا عبث ہے زاہدو روزِ حساب کا
واں کون منتظر ہے تمہارے جواب کا

دکھلایا منھ نہ شرم سے اُس نے مجھے کبھی
تھا عین وصل میں بھی یہ عالم حجاب کا

محشر بپا کرے گا ابھی دم میں دیکھنا
اچھا نہیں ہے چہرہ سے اُٹھنا نقاب کا

صورت دکھا کے ہوگیا غائب وہ ماہرو
حیرت میں ہوں کہ تھا کوئی عالم یہ خواب کا

پردہ دوئی کا دل سے مرے صاف دور ہو
دے ہاتھ میں جو وہ مجھے پیالہ شراب کا

اس لاجواب نے کسے بھیجا جواب خط
ناحق ہے منتظر دلِ شیدا جواب کا

یاں دل لگانا محض حماقت کا کام ہے
دنیا ہے جس کا نام وہ عالم ہے خواب کا

ہوگا وہی لکھا ہے جو تقدیر میں حلیمؔ
بے فائدہ ہے فکر حساب و کتاب کا

خدا خود ہوا جب کہ شیدا تُمہارا
نہ ہو کیوں کر عالم میں شہرہ تمہارا

تمہیں بخشواؤ گے روزِ قیامت
ہمیں تو فقط ہے سہارا تمہارا

بُلالو بُلالو مدینہ میں مولیٰ
کہ پھرتا ہے در در یہ شیدا تمہارا

یہ مانا کہ میں ہوں گنہگار لیکن
ہے بخشش کو کافی سہارا تمہارا

مجھے بھول جانا نہ وقتِ شفاعت
ازل سے ہوں میں نام لیوا تمہارا

ابھی اُڑ کے پہنچوں مدینے میں شاہا
مجھے گر ہو کچھ بھی اشارا تمہارا

حلیم آپ کا آپ کو بھول جائے
درم نا خریدہ ہے بندہ تمہارا